المواہب اللدنیہ کی ضعیف، موضوع اور اسرائیلی روایات کا تنقیدی جائزہ-۱

ثمینہ سعدیہ *

ساتویں صدی ہجری سے لے کر دسویں صدی ہجری تک کا دور سیاسی اور علمی تفوق کے اعتبار سے تاریخ مصر کا اہم ترین دور ہے۔ اس عہد میں مصر میں نامور علماء وفضلاء گزرے ہیں۔ مثلاً علامہ زین الدین عراقیؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ شمس الدین سخاویؒ، علامہ سیوطیؒ، علامہ قسطلانیؒ اور علامہ شامیؒ جیسی جلیل القدر وعالم وفاضل ہستیوں نے قرآن، حدیث اور سیرت سے متعلق بیش بہا اور گرانقدر تصنیفات تحریر فرمائی ہیں۔ دیگر علوم وفنون کے علاوہ اس دور میں سیرت نبویہ پر بھی عظیم الشان کتب تحریر کی گئیں۔ ان میں علامہ مقریزی کی ''امتاع الاسماع''، علامہ قسطلانیؒ کی ''المواہب اللدنیہ'' اور علامہ شامی کی سبل الہدی والرشاد خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ دیگر کتب سیرت کی بہ نسبت ''المواہب اللدنیہ'' کو بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

علامہ قسطلانیؒ کا شمار دسویں صدی ہجری کے جید علماء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کو قرآن، حدیث اور سیرت کے علوم میں کامل دسترس حاصل تھی۔ ان کی چھوٹی بڑی متعدد تصانیف اس پر گواہ ہیں علم سیرت میں آپ کی دلچسپی اور مہارت کا اندازہ آپ کی کتاب ''المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه'' سے ہوتا ہے آپ نے نہایت دقت نظری اور عرق ریزی سے مختلف مصادر وماخذ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کی ذات کے مختلف پہلوؤں کا استقصاء کیا ہے۔ متعدد ومتنوع مضامین کی بناء پر ''المواہب اللدنیہ'' کو مقبولیت عامہ اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔

چار کتبِ سیرت سیرت نبویہ کا بنیادی مآخذ ہیں یعنی سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد، تاریخ الرسل والملوک اور علامہ واقدی کی کتاب المغازی، بعد میں آنے والے تمام مؤلفین سیرت نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ کتب دلائل میں علامہ بیہقی اور ابونعیم کی دلائل النبوۃ سے علماء سیر نے بطور خاص استفادہ کیا ہے۔ کئی علماء ومحدثین نے کتبِ احادیث کو کتبِ سیرت پر اس بناء پر ترجیح دی ہے کہ ان میں کتب سیرت کے برعکس ضعیف احادیث بہت کم ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض علماء نے تحقیق اور تنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کر دی ہے یعنی وہ روایات جن سے شرعی احکام مستنبط ہوتے ہیں وہ تنقید کی زیادہ محتاج ہیں۔ اس کے برعکس سیرت اور فضائل سے متعلق روایات میں تنقید وتحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ (۱) چنانچہ فضائل اعمال اور مناقب کے ابواب میں کثرت سے ضعیف روایات شامل ہوگئیں اور بڑے بڑے علماء نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

کتب سیرت اور دلائل کے علاوہ کتب احادیث میں سے امام طبرانیؒ کی معاجم ثلاثہ، (معجم کبیر، معجم اوسط، معجم صغیر) امام حاکم کی المستدرک، دیلمی کی مسند الفردوس، مسند ابویعلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابوداؤد طیالسی

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

وغیرہ میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف احادیث بھی بکثرت موجود ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلوی نے ان کو تیسرے اور چوتھے درجے کی کتبِ احادیث میں شامل کیا ہے۔(۲)

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ کی تصنیف وتالیف میں حدیث، سیرت، تاریخ اور فقہ کی کتابوں سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا ہے۔علامہ قسطلانی نے جہاں صحاح ستہ کی روایات نقل کی ہیں وہاں انہوں نے علامہ بیہقی اور اَبُونعیم کی دلائل النبوۃ، ابن عساکر کی تاریخ دمشق، امام طبری کی معاجم ثلاثہ، امام حاکم کی المستدرک، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیلمی کی مسند الفردوس سے بھی بکثرت روایات نقل کی ہیں۔مؤلف نے اس اصول کی بنا پر کہ فضائل ومناقب میں ہر قسم کی روایات بیان کرنا جائز ہے المواہب اللدنیہ میں بہت سی موضوع اور ضعیف احادیث درج کردی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کے بقول: مواہب اللدنیہ مشہور کتاب ہے اور متاخرین کا مآخذ ہے اس کے مصنف قسطلانی ہیں جو بخاری کے مشہور شارح ہیں حافظ ابن حجر کے ہم رتبہ تھے۔یہ کتاب اگرچہ مفصل ہے لیکن ہزاروں موضوع اور غلط روایتیں بھی موجود ہیں۔(۳)

المواہب اللدنیہ کی ان تمام ضعیف اور موضوع احادیث پر نقد وتبصرہ کرنا محال ہے۔مقالہ میں درج ذیل موضوعات کے تحت کچھ احادیث پر تنقیدی تبصرہ کیا جائے گا۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ سے متعلق ضعیف وموضوع روایات کا تنقیدی جائزہ:

دوسری صدی ہجری میں ملت اسلامیہ سیاسی اور علمی تفوق میں دیگر تمام اقوام عالم سے ممتاز تھی۔اسی دور میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور دیگر علومِ اسلامیہ میں مسلم مفکرین اور علماء نے بیش بہا تصانیف تحریر فرمائیں۔ان علوم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں فلسفیانہ اور صوفیانہ نظریات نے بھی جنم لیا۔بعدازاں ان نظریات نے باقاعدہ ایک علم کی شکل اختیار کرلی جسے تصوّف کہا جانے لگا۔تصوف کے عظیم الشان مباحث میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، وحدت الوجود اور وحدت الشہود اور حقیقتِ محمدی وغیرہ شامل ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی کے بقول: ''اربابِ تصوّف اور اساطین روحانیات نے حضور ﷺ کی شخصیت کو تصوف کی اصطلاحات میں بیان کرنا شروع کیا۔نورِ محمدی، حقیقتِ محمدی، برزخ کبریٰ وغیرہ تصوّف کے بڑے بڑے موضوعات اور میدان ہیں۔ان پر اکابر صوفیاء نے بہت کچھ لکھا ہے۔''(۴)

ان اکابر صوفیاء میں ابن عربی، مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ شامل ہیں۔ان صوفیاء کے مطابق تمام مخلوقات کی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا اور پھر اس نور سے تمام عالم کو پیدا کیا۔اور یہ نور نسل درنسل تمام انبیاء کرامؑ میں منتقل ہوتا چلا آیا۔پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم

النبیین کی صورت میں ظاہر کیا۔ان صوفیاء کرام نے اول ماخلق الله نوری (۵) اور کنت نبیا وآدم بین الماء والطین (٦) جیسی موضوع احادیث سے استدلال کیا۔

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کا یہ تصور نویں اور دسویں صدی ہجری کی کتب سیرت میں بھی جلوہ گر نظر آتا ہے۔اس دور کے تمام مؤلفین سیرت نے اپنی کتبِ سیرت کا آغاز ہی حقیقت محمدی ﷺ کے موضوع سے کیا ہے۔

علامہ قسطلانی ''المواہب اللدنیہ'' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

''أبرز الحقيقة المحمدية من الانوار الصمدية فی الحضرة الاحدية ثم سلخ العوالم كلها.''(۷)

''حضرت احدیت میں انوارِ صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر تمام عالم کو اس سے نکالا''

علامہ قسطلانی نے حقیقت محمدیہ ﷺ پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے قبل موجود کیے گئے۔لہٰذا آپ ﷺ خلقت کے اعتبار سے بھی اول ہیں اور نبوت کے اعتبار سے بھی۔نیز یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نور سے پیدا کیا۔لہٰذا نورِ محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اولیت حاصل ہے۔حقیقتِ محمدیہ کے اثبات کے لیے علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں بہت سی ضعیف اور موضوع احادیث بغیر نقد وتمیز کے نقل کردی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے اول مخلوق ہونے کے بارے میں علامہ قسطلانی نے عبداللہ بن أبی جمرة کی کتاب بھجۃ النفوس کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے۔جس کے راوی کعب الاحبار ہیں۔روایت کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

''لما أراد الله تعالى أن يخلق محمدا، أمر جبريل أن يأتيه بالطينة التی هی قلب الأرض وبهاؤها ونورها ...فعرفت الملائكة وجميع الخلق سيدنا محمدا وفضله قبل أن تعرف آدم عليهما السلام.'' (۸)

''جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا وہ مٹی لے کر آئیں جو زمین کا قلب اور اس کی رونق اور اس کا نور ہے۔۔۔پس ملائکہ اور تمام مخلوق نے محمد ﷺ اور ان کی فضیلت کو آدمؑ (کی پیدائش) سے پہلے پہچان لیا۔''

یہ روایت نہایت درجے کی ضعف کی حامل ہے۔علماء حدیث نے اس روایت کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے چنانچہ علامہ زرقانی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

فهو اما عن الكتب القديمة لأنه حبرها أوعن المصطفى بواسطة فهو مرسل و

تضعيف بعض المتاخرين جدا له باحتمال أنه من الكتب القديمة وقد بدلت غير مسموع فان التضعيف انما هو من جهة السند .(۹)

یہ روایت کتب قدیمہ سے لی گئی ہے کیونکہ اس کو کعب الاحبار نے روایت کیا ہے یا نبی اکرم ﷺ سے بغیر واسطے کے نقل کیا ہے۔تو اس صورت میں مرسل روایت ہوئی اور بعد میں آنے والے علماء نے اس کی شدت سے تضعیف کی ہے۔ اس احتمال کی بنیاد پر کہ یہ کتب قدیمہ سے لی گئی ہے اور بغیر سنے تبدیل کردی گئی ہے،اس حدیث میں ضعف سند کے اعتبار سے ہے۔

حقیقت محمدیہ ﷺ کی اولیت کے اثبات کے ضمن میں علامہ صاحب نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں وہ مشہور حدیث بھی نقل کی ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''لولاك لما خلقت الافلاك''۔یہ حدیث متن کے خفیف اختلاف کے ساتھ مختلف علماء نے نقل کی ہے۔ابن طغربک کی المولد الشریف کے حوالے سے امام قسطلانی لکھتے ہیں:

''ويروى أنه لما خلق الله آدم ألهمه أن قال : يارب لم كنيتني أبا محمد ، قال الله تعالى يا آدم ارفع رأسک، فرفع رأسه فرأى نورمحمد ﷺ فى سرادق العرش فقال: يارب ماهذا النور؟ قال هذا نور نبي من ذريتک اسمه فى السماء أحمد وفى الأرض محمد ، لولاه ماخلقتک ولا خلقت سماء ولا أرضا.''(۱۰)

''اور مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو انہیں الہام کیا۔پس انہوں نے کہا اے میرے رب آپ نے میری کنیت ابو محمد کیوں رکھی ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا اے آدم۔اپنا سر اٹھاؤ، پس انہوں نے اپنا سر اٹھایا،اور عرش کے پایوں پر نورِ محمدی کو دیکھا تو پوچھا اے میرے رب یہ کیسا نور ہے، اللہ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے اس نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے،اگر ان کو نہ پیدا کرنا ہوتا تو نہ تم کو پیدا کرتا اور نہ ہی آسمانوں اور زمین کو۔''

اوّل یہ کہ علامہ قسطلانیؒ نے یہ حدیث میلاد کی کتاب سے نقل کی ہے۔چھٹی صدی ہجری میں میلاد کی مجالس کی غرض سے جتنی کتب لکھی گئی تھیں ان میں زیادہ تر بے سروپا روایات ہیں۔دوم یہ کہ مصنف نے اسے بصیغہء ''یروی'' بیان کیا ہے،جس کا مطلب ہے کہ خود مصنف کو بھی اس کی صحت میں کلام ہے۔محدثین میں سے علامہ شوکانی،علامہ طاہر الہندی،علامہ عجلونی،ملاعلی القاری،امام صغانی اور مسعود عالم قاسمی نے حدیث ''لولاك لما خلقت الافلاك'' کی تردید کی ہے۔(۱۱)

علامہ قسطلانیؒ کے مطابق اللہ تعالی نے اپنے نور سے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا،لہذا نور محمدی ﷺ کو تمام مخلوقات میں اوّلیت حاصل ہے۔اس ضمن میں علامہ قسطلانیؒ نے عبد الرزاق کی مصنف کے حوالے سے ایک حدیث بطور

دلیل پیش کی ہے۔جس کے الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں:

"یا جابر اوّل ماخلق الله نور نبیک من نوره ...الی آخره." (۱۲)

"اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے پیغمبر کا نور اپنے نور سے پیدا کیا اس کے بعد ذکر ہے کہ اس نور کے چار حصے ہوئے اور انہی سے لوح وقلم، عرش وکرسی، آسمان وزمین اور جن وانس کی پیدائش ہوئی۔"

مصنف نے اس حدیث کو عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے حالانکہ مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث موجود نہیں۔جن لوگوں نے اس حدیث کو عبدالرزاق کے حوالے سے نقل کیا ہے ان میں الدیار بکری اور امام عجلونی شامل ہیں۔(۱۳) حدیث کی مستند اور معتبر کتب میں اس حدیث کا کوئی وجود نہیں ہے۔محمد مسعود عالم قاسمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"المواہب اللدنیہ میں یہ روایت تفصیل سے آئی ہے۔مگر یہ روایت درست نہیں۔قصہ گو حضرات نے گھڑی ہے۔"(۱۴)

نور محمدی ﷺ کی اولیت کے حوالے سے دوسری حدیث امام صاحب نے أحکام ابن القطان کے حوالے سے نقل کی ہے جسے ابن مرزوق نے علی بن حسین سے روایت کیا ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام ."(۱۵)

"میں آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل اپنے رب کے سامنے ایک نور تھا۔"

حدیث مذکور کو امام قسطلانی اور امام عجلونی نے بروایت علی بن حسین عن أبیہ عن جدہ بیان کیا ہے جبکہ مصنف تاریخ الخمیس اور علامہ سیوطی نے الدرالمنثور میں بروایت ابن عباس بیان کیا ہے۔علامہ قسطلانی، امام عجلونی اور دیار بکری نے "کنت نورا بین یدی ربی" کے الفاظ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔جبکہ علامہ سیوطی نے الدرالمنثور میں اور ابن حجر نے المطالب العالیۃ میں "أن قریشا کانت نورًا بین یدی الله" کے الفاظ سے اس حدیث کو شروع کیا ہے۔بقیہ حدیث کا متن ایک جیسا ہے۔احادیث کی مستند ومعتبر کتب میں اس حدیث کا پتہ نہیں ملتا۔

☆ نور سے متعلق ایک اور روایت "وفی الخبر" کے الفاظ سے شروع کی ہے۔جس میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور کو اس کی پشت میں رکھ دیا۔پس وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔(۱۶) وغیرہ

نور سے متعلق ایسی روایات کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روایتوں میں ہے کہ یہ نور پہلے ہزاروں برس سجدہ میں پڑا رہا۔پھر حضرت آدم علیہ السلام کے تیرہ تار جسم کا چراغ بنا پھر آدمؑ نے مرتے وقت شیثؑ کو اپنا وصی بنا کر یہ نور ان کے سپرد کیا۔اس طرح یہ درجہ بدرجہ ایک سے دوسرے پیغمبر کو سپرد ہوتا ہوا حضرت عبداللہ کو سپرد ہوا اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کو منتقل ہوا۔نور کا

سجدہ میں پڑے رہنا اور اس کا موجود ہونا بالکل موضوع ہے اور نور کا ایک وصی سے دوسرے وصی کو درجہ بدرجہ منتقل ہوتا رہنا بے سروپا ہے۔" (۱۷)

☆ایک روایت میں ہے کہ یہ نور جب عبدالمطلب کو سپرد ہوا تو وہ ایک دن خانہ کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سرمہ اور بالوں میں تیل لگا ہوا ہے۔ اور بدن پر جمال و رونق کا خلعت ہے۔ یہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ آخر کار ان کے باپ ان کو قریش کے ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ آسمانوں کے خدا نے اجازت دی ہے کہ اس لڑکے کا نکاح کر دیا جائے اس نور کے اثر سے عبدالمطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی۔ اور وہ نور ان کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ قریش پر قحط وغیرہ کی جب کوئی مصیبت آتی تو اس نور کے وسیلہ سے وہ دعا مانگتے تھے تو قبول ہوتی تھی۔ (۱۸)

یہ روایت علامہ قسطلانی نے کعب احبار کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اول تو یہ سلسلہ ایک تابعی تک موقوف ہے۔ آگے کی سند نہیں۔ مزید برآں کعب احبار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات بکثرت بیان کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے محدثین نے ان کی روایات کے قبول کرنے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اس روایت کے سلسلہء سند میں ایک راوی ابوبکر بن ابی مریم باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ (۱۹)

☆علامہ قسطلانی نے ایک اور روایت ابن طغربک کی "النطق المفھوم" سے نقل کی ہے:

جب ابرہہ کے ہاتھی نے عبدالمطلب کے چہرے کی طرف دیکھا تو یوں بلبلایا جیسے کہ اونٹ بلبلاتا ہے۔ اور سجدہ میں گر پڑا۔ اللہ تعالی نے ہاتھی کو قوتِ گویائی عطا کی پس اس نے کہا اے عبدالمطلب تیری پشت میں جو نور ہے اس پر سلام (۲۰)

مؤلف نے اس حدیث کا سلسلہء سند بیان نہیں کیا اور صیغہء مجہول کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس حدیث کی صحت میں شبہ ہے۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے تصریح کی ہے: "اور یہ روایت اللہ بہتر جانتا ہے قول مردود معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت واقعہ فیل کے چالیس یا پچاس سال بعد ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے مصنف نے اسے صیغہء تمریض کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس روایت سے برأت کا اظہار کیا ہے۔" (۲۱)

☆علامہ قسطلانی نے نورِ محمدی سے متعلق ایک اور روایت صیغہء مجہول کے ساتھ شروع کی ہے۔

"وقیل ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد ﷺ ...قال اللہ تعالی اشھد علیکم قالوا نعم." (۲۲)

"جب اللہ تعالی نے ہمارے نبی ﷺ کے نور کو پیدا کیا تو اسے حکم دیا کہ وہ تمام انبیاء کے انوار کی طرف دیکھے پس آپ کا نور ان سب پر غالب آ گیا۔ اللہ نے ان انبیاء کو قوت گویائی عطا کی وہ عرض کرنے لگے اے ہمارے رب! یہ کس کا نور

ہے جس کے آگے ہمارے انوار ماند پڑ گئے۔اللہ تعالی نے فرمایا یہ نور محمد بن عبداللہ کا ہے اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔سب نے بیک زبان عرض کیا اے رب! ہم ان پر اور ان کی نبوّت پر ایمان لائے۔اس پر حق تعالی نے فرمایا ! میں تم پر گواہ ہوں۔''

مؤلف نے یہ روایت بغیر کسی مآخذ کا حوالہ دیئے صیغہ مجہول یعنی ''وقیل'' کے ساتھ شروع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کو خود بھی اس روایت کی صحت کا یقین نہیں۔

ولادتِ نبوی ﷺ سے متعلق روایات کا تنقیدی جائزہ:

ولادتِ نبوی ﷺ کے باب میں علامہ قسطلانی نے ضعیف ومنکر احادیث کے ساتھ ساتھ موضوع اور بے سند روایات بھی نقل کی ہیں۔ان میں سے کچھ روایات ایسی ہیں جو صوفیانہ لطائف ومضامین اور شاعرانہ تخیل کی عکاسی کرتی ہیں۔ حدیث کی مستند کتب میں ان روایات کا پتا نہیں ملتا۔ان روایات کے پیدا ہونے کا ایک بڑا سبب قصہ گو واعظین ہیں۔جنھوں نے اپنی قوتِ اختراع سے معجزاتِ نبوی ﷺ سے متعلق عجیب وغریب باتیں بیان کیں اور بعد ازاں انہیں روایات کا درجہ دے دیا۔علامہ ابن قتیبہ (م-۲۷۶ھ) نے بیان کیا ہے کہ احادیث وروایات میں فساد کا ایک بڑا سبب واعظین ہیں۔اپنی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث'' میں رقم طراز ہیں:

''اور واعظین کیونکہ وہ عوام کا رخ اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کو لغو، منکر اور عجیب وغریب باتیں بیان کر کے وہ وصول کرتے ہیں۔اور عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ اسی وقت تک ان واعظین کے پاس بیٹھتے ہیں جب تک وہ خارج از عقل باتیں یا ایسی مؤثر باتیں بیان کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں اثر پیدا کریں اور ان کو رلائیں۔'' (۲۳)

عبدالفتاح ابوغدہ کے مطابق: ''اس قسم کے واعظین نے عوام کی توجہ حاصل کرنے کے لیے عجیب وغریب روایات وحکایات اختراع کیں۔(۲۴)

بعض ارباب سیر نے اس بناء پر کہ فضائل میں ہر قسم کی روایات قبول کر لی جاتی ہیں اور خصوصاً وہ روایات جن کی تائید دوسرے طریقوں سے ہوتی ہے یعنی کثرتِ طرق کی بنا پر، وہ ضعیف روایات کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔علامہ ابن حجر، شیخ عبدالرحمٰن سخاوی اور علامہ قسطلانی کا یہی اصول ہے۔عصرِ حاضر میں مولانا ادریس کاندھلوی نے اس طریقہ کار کو اختیار کیا ہے۔جبکہ علامہ شبلی نعمانی نے روایاتِ سیرت کی تنقید علم اصول حدیث کے نقطہ نظر سے کی ہے۔چنانچہ جن روایات کو علامہ شبلی نعمانی نے رد کیا ہے مولانا ادریس کاندھلوی نے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔

۱۔ ولادتِ نبوی ﷺ کے باب میں سب سے پہلی روایت جو آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کی پیشانی پر نورِ

نبوت کو دیکھ کر ایک عورت نے خواہش ظاہر کی کہ وہ خود عبداللہ سے ہم بستر ہو کر اس نور کی امین بن جائے۔ لیکن عبداللہ نے انکار کر دیا اور گھر چلے آئے اور وہاں یہ دولت آمنہ کو نصیب ہوئی۔ عبداللہ نے واپس جا کر اس عورت سے درخواست کی تو اس نے انکار کر دیا۔ علامہ قسطلانی نے یہ روایت اُبونعیم، ابن عساکر اور علامہ بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (۲۵) ابن سعد اور ابن جریر طبری نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ (۲۶)

علامہ شبلی نعمانی نے اس حدیث کو شدید ضعیف قرار دیا ہے اور اس حدیث کی اسناد پر تنقید وتبصرہ کیا ہے (۲۷) اسی طرح مولانا تقی امینی نے بھی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (۲۸) لیکن مولانا ادریس کاندھلوی اس حدیث کے مقبول اور معتبر ہونے کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ روایت دلائل اُبونعیم میں چار طریقوں سے اور طبقات ابن سعد میں تین طریقوں سے مذکور ہے جس کے بعض راوی ضعیف بھی ہیں لیکن جو روایت اس قدر طریقوں سے مروی ہو بالفرض اس روایت کی ہر سند کا ہر راوی فرداً فرداً ضعیف ہو تب بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ مختلف طریقوں سے مروی ہونے کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ چہ جائیکہ جس روایت کے صرف بعض راوی ضعیف ہوں اور روایت مختلف طریقوں سے مروی ہو اس کے مقبول اور معتبر ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے۔'' (۲۹)

۲۔ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے حمل میں ہونے کی جو نشانیاں تھیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات کو قریش کے سب جانور بولنے لگے اور کہنے لگے کعبہ کے خدا کی قسم آنحضرت ﷺ شکم مادر میں آگئے وہ دنیا جہان کی امان اور اہل دنیا کے چراغ ہیں۔ قریش اور دیگر قبائل کی کاہنہ عورتوں میں کوئی عورت ایسی نہیں تھی کہ اس کا جن اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا ہو اور ان سے کہانت کا علم چھین لیا گیا اور دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور سلاطین اس دن گونگے ہو گئے۔ مشرق کے وحشی جانوروں نے مغرب کے وحشی جانوروں کو جا کر بشارت دی اسی طرح ایک دریا نے دوسرے دریا کو خوشخبری سنائی۔ پورے ایام حمل میں ہر ماہ آسمان وزمین سے یہ ندا سنی جانے لگی کہ بشارت ہو کہ حضرت ابوالقاسم ﷺ کے زمین پر ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آیا۔۔۔ آخر تک۔ (۳۰)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے دل پر جبر کر کے یہ پوری حکایت نقل کی ہے۔ یہ اس لیے کہ میلاد کے عام جلسوں کی رونق انہی روایتوں سے ہے یہ روایت اُبونعیم نے ابنِ عباسؓ سے نقل کی ہے اور سند کا سلسلہ بھی ہر طرح درست ہے مگر اگر کسی کو اسماء الرجال سے آگاہی نہ بھی ہو اور وہ صرف ادب عربی کا صحیح ذوق رکھتا ہو تو وہ فقط روایت کے الفاظ اور عبارت دیکھ کر یہ فیصلہ کر دے گا کہ یہ چوتھی صدی کی بنائی ہوئی ہے۔'' (۳۱)

اس روایت کے سلسلہ سند میں دو راوی یحییٰ بن عبداللہ البابلی (۳۲) اور ابو بکر بن ابی مریم (۳۳) ضعیف ہیں۔

۳۔ ولادتِ نبوی ﷺ کے ضمن میں علامہ قسطلانی نے کعب الاحبار سے ایک روایت نقل کی ہے:

زمین و آسمان کے ہر طبقہ میں آواز دی گئی کہ نورِ محمدی ﷺ نے آج رات رحمِ آمنہ میں قرار پکڑا ہے۔ کیا ہی خوشی کی بات ہے۔ پھر کیا ہی خوشی کی بات ہے۔ اس رات کی صبح کو روئے زمین کے تمام بت اوندھے پائے گئے۔ قریش کا یہ حال تھا کہ وہ شدید قحط اور عظیم تنگی میں مبتلا تھے پس زمین سرسبز ہوگئی اور درختوں میں تازگی آگئی اور ان کے پاس ہر طرف سے خوشحالی آگئی۔ پس قریش نے اس سال کا نام سنۃ الفتح والابتہاج رکھا۔ (۳۴)

علامہ قسطلانی نے یہ روایت کعب الاحبار کے حوالے سے نقل کی ہے کعب الاحبار کو کئی محدثین نے اس بناء پر مسترد کر دیا ہے کہ وہ اسرائیلی روایات بکثرت بیان کرتے تھے لیکن مندرجہ بالا روایت کا اسرائیلیات سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ یہ روایت ولادتِ نبویؐ کے وقت مکہ میں وقوع پذیر ہونے والے معجزات سے متعلق ہے جبکہ کعب الاحبار مدینہ کے نومسلم تابعی ہیں ان کا نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت وقوع پذیر ہونے والے معجزات کو بیان کرنا خارج از عقل ہے۔ درحقیقت یہ روایت بھی ولادت نبویؐ کی دیگر روایات کی طرح قصہ گو واعظین کے شاعرانہ تخیل کی پیداوار ہے۔ جنہوں نے اسے کعب الاحبار کی جانب منسوب کر دیا ہے۔

۴۔ علامہ قسطلانی نے ابو نعیم سے ایک روایت نقل کی ہے:

جب ولادت کا وقت قریب آیا تو خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمانوں اور بہشتوں کے دروازے کھول دو۔ دو فرشتے باہم بشارت دیتے پھرتے تھے سورج نے نور کا نیا جوڑا پہنا۔ اس سال دنیا کی تمام عورتوں کو یہ رعایت ملی کہ سب فرزند نرینہ جنیں، درختوں میں پھل آگئے۔ آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون کھڑے کیے گئے۔۔۔ آخر تک۔ (۳۵)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ حکایت مواہب اللدنیہ اور خصائص کبریٰ میں اُبو نعیم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے لیکن اُبو نعیم کی دلائل النبوۃ کے مطبوعہ نسخہ میں جہاں اس کا موقع ہو سکتا تھا وہاں یہ روایت مجھ کو نہیں ملی۔ ممکن ہے اُبو نعیم نے اپنی کسی اور کتاب میں یہ روایت لکھی ہو یا یہ مطبوعہ نسخہ نامکمل ہو بہر حال اس روایت کی بنا صرف اس قدر ہے کہ اُبو نعیم چوتھی صدی ہجری کے ایک راوی عمرو بن قتیبہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد قتیبہ جو بڑے فاضل تھے یہ بیان کرتے تھے۔ قسطلانی نے مواہب میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے کہ وہ مطعون ہے۔ حافظ سیوطی نے خصائص میں اس کو منکر کہا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام تر بے سند اور موضوع ہے۔“ (۳٦)

۵۔ علامہ قسطلانی صاحب السعادۃ والبشریٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں ”آمنہ کہتی ہیں کہ جب ولادت ہوئی تو ایک

بہت بڑا ابر کا ٹکڑا نظر آیا جس میں گھوڑے کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ ابر کا ٹکڑا بچہ کے اوپر آ کر چھا گیا اور بچہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔۔۔آخر تک۔(۳۷)

علامہ شبلی نعمانی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: ''اس حکایت کی بنیاد یہ ہے کہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں السعادۃ والبشری نامی ایک میلاد کی کتاب سے اس کو نقل کیا ہے اور السعادۃ والبشری کا مصنف کہتا ہے کہ اس نے خطیب سے اس کو لیا ہے۔روایات کے لحاظ سے خطیب کی تاریخ کا جو درجہ ہے وہ کس کو معلوم نہیں۔قسطلانی نے اس روایت کو ابُونعیم کی طرف بھی منسوب کیا ہے مگر دلائل ابونعیم کے مطبوعہ نسخہ میں اس کا پتہ نہیں۔غنیمت ہے کہ قسطلانی نے خود تصریح کر دی ہے کہ اس میں سخت نکارت ہے۔''(۳۸)

۶۔ حافظ ابوبکر بن عائذ نے اپنی کتاب المولد میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔علامہ قسطلانی نے اس حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے۔ابن عباسؓ سے روایت ہے: ''جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے کان میں جنت کے داروغہ رضوان نے کہا۔اے محمد بشارت ہو کہ کسی نبی کو کوئی ایسا علم عطا نہیں کیا گیا جو تم کو نہیں بتایا گیا۔تم سب پیغمبروں سے زیادہ شجاع بنائے گئے ہو۔''(۳۹)

''اس روایت کا ماخذ یہ ہے کہ یحییٰ بن عائذ التوفی (م-۳۷۸ھ) نے اپنی کتاب میلاد میں اس کا ذکر کیا ہے۔ابن دحیہ محدث نے بڑی جرأت کر کے اس خبر کو غریب کہا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسے غریب کہنا بھی اس کی توثیق ہے یہ تمام تر بے اصل اور بے سند ہے۔''(۴۰)

۷۔ ابُونعیم نے عطاء بن یسار سے انہوں نے ام سلمۃ سے انہوں نے آمنۃ سے روایت کیا ہے۔فرماتی ہیں جس رات میں نے انہیں جنم دیا تو ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔(۴۱)

اور بریدۃؓ بنی سعد کی ایک مرضعہ سے روایت کرتی ہیں کہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ گویا میری فرج سے ایک شہاب نکلا جس سے زمین روشن ہو گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔(۴۲)

بریدۃؓ سے مروی روایت تو دلائل النبوۃ میں موجود ہے۔لیکن عطاء بن یسار عن ام سلمہ عن آمنہ کے سلسلہء سند سے کوئی روایت دلائل النبوۃ میں موجود نہیں۔ام سلمہؓ کا آمنہ سے روایت کرنا بھی اس سلسلہء سند کے ضعف کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ ام سلمہؓ کی آمنہ سے ملاقات ثابت نہیں۔

جہاں تک بریدۃ سے مروی روایت کا تعلق ہے تو اس کے سلسلہ سند میں ابوغزیہ محمد بن موسیٰ انصاری ہے جسے محدثین کرام نے ضعیف اور وضاع قرار دیا ہے۔(۴۳)

۸۔ ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے جب عبداللہ فوت ہوئے تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود اور آقا تیرا نبی یتیم

ہو گیا ہے۔ پس اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں اس کا حافظ اور نصیر ہوں۔ (۴۴)

مؤلف نے اس روایت کو صیغہ مجہول کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کو بھی اس روایت کی صحت کا یقین نہیں۔ علامہ زرقانی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو اس کا حکم مرفوع کا ہوتا۔ لیکن مصنف نے اس کو ضعیف روایات کے نقل کرنے کی عادت کے تحت یروی اور یذکر کے صیغوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (۴۵)

۹۔ حضرت عباسؓ آنحضرت ﷺ سے ذکر کرتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ مجھ کو جس نشانی نے آپ ﷺ کے مذہب میں داخل ہونے کا خیال دلایا وہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ گہوارہ میں تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ چاند سے اور چاند آپ ﷺ سے باتیں کرتا تھا اور انگلی سے آپ ﷺ اس کو جدھر اشارہ کرتے تھے ادھر جھک جاتا تھا۔ فرمایا: ہاں میں اس سے اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور رونے سے دل بہلاتا تھا اور عرش کے نیچے جا کر جب وہ تسبیح کرتا تھا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔ (۴۶)

یہ روایت ابن عساکر نے نقل کی ہے۔ (۴۷) علامہ شبلی نعمانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق "حضرت عباسؓ آنحضرت ﷺ سے شاید ایک یا دو سال بڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی شیر خوارگی کے عالم میں وہ خود شیر خوارگی میں ہوں گے۔" (۴۸)

۱۰۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں واقدی کی سیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے گہوارہ میں کلام کیا۔ ابن سبع کی خصائص میں ہے کہ فرشتے آپ ﷺ کا گہوارہ ہلاتے تھے اور سب سے پہلا فقرہ زبان سے یہ نکلا: الحمد للہ کبیرا والحمد للہ کثیرا۔ (۴۹)

علامہ شبلی نعمانی ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واقدی کی سیر سے مراد اگر واقدی کی مغازی ہے تو اس کا مطبوعہ کلکتہ کا نسخہ جو میرے پیش نظر ہے اس میں یہ واقعہ مذکور نہیں اور اگر ہوتا بھی تو واقدی کا اعتبار کیا ہے۔ ابن سبع اور ابن عائذ وغیرہ زمانہ متاخر کے لوگ ہیں اور قدماء سے روایت کی نقل میں بے احتیاط ہیں۔ کسی قدیم مآخذ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں انہوں نے یہ روایتیں کہاں سے لیں۔" (۵۰)

واقعہ غرانیق:

علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں واقعہ شعب ابی طالب کے بعد قصہ غرانیق بیان کیا ہے۔ اس قصہ کو علماء کی ایک جماعت نے موضوع قرار دیا ہے جبکہ ایک جماعت اس کے صحیح ہونے کی قائل ہے۔ ان میں علامہ قسطلانی بھی شامل

ہیں۔قصہ یہ کہ آپ قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔آپؐ پر سورۃ النجم نازل ہوئی۔آپؐ نے اسے پڑھنا شروع کیا۔جب آپ ''افرأیتم اللات والعزی۔ومناۃ الثالثۃ الاخری۔'' پر پہنچے تو یکایک آپؐ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہو گئے۔ ''تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی'' (یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں ان کی شفاعت ضرور متوقع ہے) اس کے بعد آپؐ سورۃ نجم پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ جب اختتام سورۃ پر آپؐ نے سجدہ کیا تو مشرک اور مسلمان سب سجدے میں گر گئے ۔اس بنیاد پر کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے بتوں کے لیے بھلائی کے الفاظ کہے ہیں۔آپؐ پریشان ہوئے کہ یہ کیا ہو گیا۔اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِہٖ﴾ (۵۱)

''اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔''

یہ قصہ تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔'' (۵۲)

علامہ ابن جریر طبری، ابوبکر جصاص، علامہ زمخشری، علامہ قسطلانی، ابن حجر اور دیگر کئی سیرت نگار اس قصہ کو صحیح مانتے ہیں۔(۵۳) علامہ قسطلانی نے اس قصہ کی مخالفت میں امام رازی کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

''ولیس کذالک بل لھا أصل.'' (۵۴)

''اور ایسا نہیں ہے بلکہ اس قصہ کی کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔''

اس کے بعد مؤلف نے اس واقعہ کے تمام طرق اور اسناد ذکر کیے ہیں۔ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سعید بن جبیر کے طریق کے سوا باقی جن طریقوں سے یہ روایت آئی ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا منقطع مگر طریقوں کی کثرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی کوئی اصل ہے ضرور۔(۵۵)

واقعہ غرانیق کی جتنی بھی روایات آئی ہیں ان میں یہ الفاظ آئے ہیں۔''فألقی الشیطان علی لسانه''۔یعنی شیطان نے (یہ الفاظ) آپؐ کی زبان پر جاری کر دیئے۔

مفسرین اس جملہ سے تین معانی مراد لیتے ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سھواً جاری ہو گئے تھے۔(۵۶)

دوم یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے جبراً آپؐ کی زبان پر جاری کر دیئے۔(۵۷)

سوم یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے خود کہے تھے۔جب آپؐ مناۃ الثالثۃ الاخری کہہ کر رکے تو شیطان نے فوراً یہ الفاظ کہے۔لوگوں نے سمجھا کہ شاید نبی اکرم ﷺ نے خود یہ الفاظ کہے ہیں۔(۵۸) اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔

علامہ نسفی لکھتے ہیں:

''اگر یہ کہا جائے کہ یہ الفاظ سہواً اور غفلت سے آپ ؐ کی زبان پر جاری ہو گئے تو یہ قول مردود ہے۔ اس لیے کہ ایسی غفلت آپ ؐ پر جائز نہیں ہے۔ اگر جائز ہوتی تو آپ ؐ کی بات پر اعتماد باطل ہو جاتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾ (۵۹)

''باطل اس کتاب کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہو سکتا۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (۶۰)

''ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اور اگر یہ کہا جائے کہ شیطان نے جبراً آپ ؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے تھے تو یہ بھی ممتنع ہے۔ اس لیے کہ شیطان کو اس بات پر قدرت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ (۶۱)

''بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔''

جب یہ ساری وجوہ باطل ہو گئیں تو اب صرف ایک وجہ باقی رہ گئی وہ یہ کہ یہ الفاظ شیطان نے کہے تھے اور شیطان نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بولتا تھا۔ جیسا کہ غزوہ احد کے موقع پر اس نے آواز لگائی تھی کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ (۶۲)

علامہ ابن جریر طبری اور ابن العربی نے بھی یہی تاویل پیش کی ہے۔ (۶۳) علامہ قسطلانی نے ''المواہب اللدنیہ'' میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ (۶۴)

واقعہ غرانیق کو موضوع اور من گھڑت قرار دینے والوں میں علامہ ابن کثیر، علامہ بیہقی، ابن خزیمہ، ابن العربی، علامہ شوکانی، امام رازی، علامہ آلوسی، قاضی عیاض، ابن عادل الدمشقی، شنقیطی، ابوالسعود، صدیق حسن قنوجی اور وھبہ الزحیلی شامل ہیں۔ (۶۵)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ: جتنی سندوں سے یہ قصہ روایت ہوا ہے سب مرسل اور منقطع ہیں۔ مجھے کسی صحیح متصل سند سے یہ نہیں ملا۔ (۶۶) قاضی عیاض کے بقول: ''اس کی کمزوری اسی سے ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے کسی نے بھی اس کو اپنے ہاں نقل نہیں کیا اور نہ یہ کسی صحیح متصل سند اور بے عیب سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہوا ہے۔ (۶۷)

علامہ رازی نے اس قصہ کو قرآن، سنّت اور عقلی دلائل کی بنیاد پر موضوع قرار دیا ہے۔

واقعہ غرانیق کے بطلان کے حوالے سے امام رازی کے دلائل کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''اگر یہ کہا جائے کہ شیطان نے آپ ﷺ کی زبان پر الفاظ جاری کروادیئے تھے تو قرآن کہتا ہے:

﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾(۶۸)

''بے شک میرے بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا۔''

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾(۶۹)

''وہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ وہی کہتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

﴿لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾(۷۰)

''باطل اس کتاب کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہوسکتا۔''

سنقرئك فلا تنسیٰ۔(۷۱)

''جلد ہی ہم آپ کو پڑھادیں گے، پھر آپ نہیں بھولیں گے۔''

''قل مایکون لی أن أبدله من تلقاء نفسی.'' (۷۲)

''کہہ دو، مجھے اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔''

سنت کے حوالے سے دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ابن خزیمہ نے کہا ہے کہ یہ قصہ زنادقہ کا وضع کردہ ہے۔ علامہ بیہقی کے مطابق از روئے نقل یہ قصہ ثابت نہیں ہے۔ نیز یہ کہ بخاری و مسلم کے مؤلفین میں سے کسی نے اس قصہ کو نقل نہیں کیا۔ عقلی دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی کوشش بتوں کی نفی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ ان کے بتوں کی کیسے تعریف کر سکتے تھے۔ نیز یہ کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ ناممکن تھا کہ آپ ﷺ کعبہ میں اونچی آواز سے قرآن پڑھتے۔ مزید برآں یہ کہ اگر اس قصہ کو تسلیم کرلیا جائے تو شریعت پر سے اعتبار اٹھ جائے۔''(۷۳)

امام رازی ان تمام وجوہات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''فبهذا الوجوه عرفنا ه علی سبیل الاجمال ان هذه القصة موضو ع.'' (۷۴)

''ان تمام وجوہ کی بناہ پر اجمالی طور پر ہم نے جان لیا کہ یہ قصہ موضوع ہے۔''

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی واقعہ غرانیق کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ قصہ غرانیق گھڑا ہوا جھوٹا ہے اسے زنادقہ نے وضع کیا ہے اور سورۃ حج کی یہ آیت بہتان لگانے والوں کے بہتان کو باطل قرار دیتی ہے۔''(۷۵)

محمد عبدالحی لکھنوی نے بھی اس قصہ کو موضوع اور مصنوع قرار دیا ہے۔(۷۶)

مفتی محمد شفیع کے مطابق:

''یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔بعض حضرات نے اس کو موضوع، ملحدین وزنادقہ کی ایجاد قرار دیا ہے اور جن حضرات نے اس کو معتبر بھی قرار دیا ہے تو اس کے ظاہری الفاظ سے جو شبہات قرآن وسنت کے قطعی اور یقینی احکام پر عائد ہوتے ہیں ان کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔لیکن اتنی بات بالکل واضح ہے کہ اس آیتِ قرآن کی تفسیر اس واقعہ پر موقوف نہیں'' (۷۷)

مولانا مودودیؒ واقعہ غرانیق پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے اس قصہ کی اندرونی شہادتوں کی بناء پر (۷۸) اسے لغو اور مہمل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کوئی روایت خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہوسکتی جبکہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی شہادت دے رہا ہو۔اور قرآن کے الفاظ، سیاق وسباق، ترتیب ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کررہی ہو۔یہ دلائل تو ایک مشکوک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کردیں گے کہ یہ قصہ غلط ہے۔رہا مؤمن تو وہ اسے ہرگز نہیں مان سکتا جبکہ وہ اعلانیہ دیکھ رہا ہے کہ یہ روایت قرآن کی ایک نہیں بیسیوں آیات سے ٹکراتی ہے۔'' (۷۹)

حدیث احیاء أبوی النبی ﷺ:

علامہ قسطلانی نے نبی اکرم ﷺ کے والدین کے زندہ ہونے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کی احادیث نقل کی ہیں۔محدثین کی ایک جماعت نے (جن میں ابن شاہین، ابوبکر البغدادی، امام سہیلی، علامہ قرطبی، علامہ طبری اور علامہ سیوطی وغیرہ شامل ہیں) ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے یہ رائے پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین اہل نجات میں سے ہیں جبکہ علامہ ابن کثیر، ابن الجوزی، امام ذھبی، ملاعلی القاری، علامہ شوکانی اور علامہ زرقانی نے ان احادیث کو اس بناء پر موضوع قرار دیا ہے کہ وہ حدیث صحیح کے متعارض ہیں۔(۸۰)

علامہ سخاوی نے اثبات اور نفی دونوں پہلوؤں سے اعراض کیا ہے۔(۸۱) علامہ قسطلانی کے مطابق اس مسئلہ پر سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔(۸۲)

احیاء أبوی النبی ﷺ کی حدیث درج ذیل ہے:۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: آپ ﷺ جون کے مقام پر غمزدہ اترے کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔پھر آپ ﷺ خوش خوش لوٹے اور فرمایا میں نے اپنے رب سے درخواست کی اس نے میری ماں کو زندہ کیا پس وہ مجھ پر ایمان لائی پھر وہ واپس لوٹادی گئی۔(۸۳)

اس سے ملتی جلتی دوسری حدیث ابوحفص بن شاھین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں نقل کی ہے۔(۸۴)

وہ علماء جنہوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے ان کی آراء درج ذیل ہے۔

علامہ ابن الجوزی کے مطابق: یہ حدیث بلا شک موضوع ہے۔(۸۵)

علامہ ذھبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:

''یہ حدیث جھوٹ ہے اور صحیح حدیث کہ آپ ﷺ نے اپنے رب سے والدین کی مغفرت کی اجازت چاہی تو اللہ نے اجازت نہیں دی کے مخالف ہے۔''(۸۶)

ملا علی قاری نے الاسرار المرفوعۃ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ ابن دحیہ کا قول ہے۔(۸۷)

علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے۔(۸۸)

علامہ جورقانی ابن شاھین کی ''الناسخ والمنسوخ'' والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ''ھذا حدیث باطل'' یہ حدیث باطل ہے۔(۸۹)

اسی طرح دوسری حدیث کو بھی انہوں نے باطل قرار دیا ہے۔(۹۰)

بعض محدثین کے نزدیک یہ احادیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اللآلی ءالمصنوعۃ میں لکھتے ہیں: ''صحیح حکم اس حدیث پر ضعف کا ہے نہ کہ وضع کا۔''(۹۱)

علامہ سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام الدرج المنیفہ فی الآباء الشریفہ ہے۔'' اس رسالہ میں لکھتے ہیں:

''حدیث احیاء ابوی کو خطیب بغدادی نے ''السابق واللاحق'' میں، دارقطنی نے ''غرائب مالک'' میں، ابن شاھین نے ''الناسخ والمنسوخ'' میں، محبّ طبری نے ''سیرت'' میں اور سھیلی نے ''الروض الانف'' میں نقل کیا ہے۔ یہ سب لوگ حدیث کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی طرف مائل ہیں۔ اسی طرح علامہ قرطبی، ابن المنیر، ابن سید الناس، صلاح صفدی، حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اس حدیث کو ناسخ حدیثوں میں شمار کیا ہے۔ اور اس حدیث کے ضعف کی پرواہ نہیں کی۔ اس لیے کہ حدیثِ ضعیف جو فضائل ومناقب کے متعلق ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ بھی ایک منقبت ہے۔''(۹۲) نیز اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

''حدیث سے ثابت ہے کہ اہلِ نار میں سے سب سے کم تر عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ اور اس عذاب کی کیفیت یہ ہوگی کہ ان کے پاؤں کی ایڑیاں آگ میں ہوں گی جس سے ان کا دماغ کھولے گا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین آگ میں نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ اگر وہ میں آگ میں ہوتے تو ان کا عذاب ابوطالب کے عذاب

سے کم تر ہوتا اس لیے کہ ان دونوں کا مقام ابوطالب سے بڑھ کر ہے۔ پھر ان کے لئے یہ عذر بھی موجود ہے کہ انہوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے ان پر اسلام پیش کیا ہو اور انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا ہو برخلاف ابوطالب کے کہ ان کے متعلق صادق ومصدوق نے خبر دی ہے کہ ان کا عذاب کم تر ہوگا۔ پس آپ ﷺ کے والدین اہل نار میں سے نہیں اور یہ استنباط اہل اصول کے نزدیک دلالۃ الاشارۃ کہلاتا ہے۔''(۹۳)

علامہ عجلونی ابن شاھین کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موضوع ہے لیکن صواب یہ ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔''(۹۴)

علامہ سھیلی کے مطابق اس حدیث کی اسانید میں مجہول راوی ہیں۔(۹۵) ابن کثیر نے اسے شدید منکر حدیث کہا ہے۔(۹۶)

علامہ قرطبی کے مطابق:

حدیث احیاء اور حدیث نہی عن الاستغفار میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ حدیث احیاء حدیث نہی عن الاستغفار سے مؤخر ہے۔ اس لیے کہ حدیث احیا حجۃ الوداع کے موقع پر تھی اور اس وجہ سے ابن شاھین نے اسے ناسخ حدیثوں میں شمار کیا ہے۔(۹۷)

مولانا عبدالحی لکھنوی حدیث احیاء ابوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''حدیثِ احیاء پر بحث کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث پر وضع کا حکم لگایا ہے ان میں امام دارقطنی، جورقانی، ابن ناصر، ابن جوزی اور ابن دحیہ شامل ہیں۔ اور جن لوگوں نے محض ضعف کا حکم لگایا ہے۔ ان میں ابن شاھین، خطیب بغدادی، ابن عساکر، سہیلی، قرطبی، محبّ طبری اور ابن سید الناس شامل ہیں۔ ہم نے ان تمام علماء کی آراء پر غور کیا ہے۔ پہلے گروہ نے جن علل کا تذکرہ کیا ہے وہ سب غیر مؤثر ہیں۔ پس اسی وجہ سے ہم نے دوسرے گروہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔''(۹۸)

جاری ہے......

حواشی وحوالہ جات

۱۔ السخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث العراقی، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء، ۲۹۷/۱؛ احمد بن شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، دارالسلام الریاض، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء، ۹۳؛ السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، تحقیق: عبدالوہاب عبداللطیف، دارالکتب الحدیثۃ، ۱۳۸۵ھ۔۱۹۶۶ء، ۲۹۸/۱؛ خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے: جب ہم رسول اللہ سے حلال وحرام اور سنن واحکام سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں سختی برتتے ہیں اور جب فضائل اعمال سے متعلق روایت کرتے ہیں تو اسناد میں نرمی برتتے ہیں۔ دیکھئے الکفایۃ فی علم الروایۃ (ص ۱۷۸)

۲۔ شاہ ولی اللہ ابن عبدالرحیم الدھلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، تحقیق: السید سابق، دارالکتب الحدیثۃ بالقاھرۃ ومکتبۃ المثنی بغداد، ب۔ت، ۱۳۵/۱

۳۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبیؐ، ادارہ اسلامیات، ۵۲/۱

۴۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضراتِ سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷ء، ۹۳، ۹۴

۵۔ الدیار بکری، حسن بن محمد بن الحسن، تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، وار صادر بیروت، ب۔ت، ۱۹/۱؛ الحلبی علی بن برھان الدین، السیرۃ الحلبیہ فی سیرۃ الأمین المأمون، دارالمعرفۃ، ب۔ت، ۲۴۰/۱، مولانا عبدالحئی لکھنوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حدیث 'اول ما خلق الله نوری' لفظی اور معنوی طور پر ثابت نہیں ہے اور یہ حدیث ''لولاك لما خلقت الافلاك'' کی طرح عوام وخواص اور قصہ گو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہوگئی ہے۔ دیکھئے الآثار المرفوعۃ فی الأخبار الموضوعۃ (ص ۳۵)

۶۔ اس حدیث کے متعلق امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی علمائے حق میں سے کسی نے اس کو روایت کیا ہے اور نہ ہی یہ قابلِ اعتماد کتب میں موجود ہے بلکہ یہ حدیث باطل ہے۔ دیکھئے عرش الرحمٰن (ص ۶۳)

۷۔ القسطلانی، أحمد بن محمد شہاب الدین ابوالعباس، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء، ۲۷/۱

۸۔ ایضاً، ۳۴/۱؛ ابن أبی جمرۃ، عبداللہ بن أبی جمرۃ، ابومحمد الأزدی، الاندلسی، بھجۃ النفوس وتحلیھا بمعرفۃ مالھا وما علیھا شرح مختصر البخاری، مطبعۃ الصدق الخیریۃ بجوار الأزھر بمصر، ۱۳۴۹ھ، ۹۱/۲، ۹۲؛ الخرکوشی، عبدالملک بن أبی عثمان محمد بن ابراھیم الخرکوشی النیسابوری، شرف المصطفیٰ، تحقیق: ابوعاصم نبیل بن ھاشم الغمری، دارالبشائر الاسلامیۃ، ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۳ء، ۳۰۰/۱؛ السمہودی علی بن أحمد نورالدین، وفاء الوفا بأخبار دار المصطفی، تحقیق: محمد محی الدین، دارالنفائس الریاض ۱۹۵۵ء، ۳۲/۱؛ الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق: عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء، ۶۸/۱

۹۔ الزرقانی، محمد بن عبدالباقی، شرح العلامہ الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء، ۸۳/۱

۱۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۳۵/۱؛ قاضی عیاض، أبوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض، الشفاء بتعریف حقوقِ مصطفیٰ، تحقیق: علی محمد البجاوی، مطبعۃ عیسی البابی وشرکاہ، قاھرہ، ۱۳۹۸ھ۔۱۹۷۷ء، ۲۲۸/۱؛ تقی الدین عبدالملک بن أبی المنی البابی، کتاب نزھۃ الناظرین فی تفسیر آیات من کتاب رب العالمین.. مطبعۃ الأزھریۃ بمصر، ب۔ت، ۱۶ تا ۱۸؛ الھیثمی، نورالدین أبوالحسن علی بن أبی بکر، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء، ۳۵۸/۳؛ النبہانی، یوسف بن اسماعیل، جواہر البحار فی فضائل النبی المختار ﷺ، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۹۶۰ء، ۲۵۵/۱، ۲۲۵/۲، ۳۳۱/۳

۱۱۔ علی الھندی، محمد طاھر بن علی، تذکرۃ الموضوعات وفی ذیلھا قانون الموضوعات والضعفاء، ادارۃ الطباعیۃ المنیریۃ بمصر ۱۳۴۳ھ، ۱۶؛

العجلونی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث، مؤسسۃ مناھل العرفان بیروت، ب۔ت، ۲/ ۱۶۴؛ الشوکانی، محمد بن علی، الفوائد المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: عبدالرحمٰن بن یحیی الیمانی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۳۸۰ھ۔۱۹۶۰ء، ۳۲۶

۱۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۶

۱۳۔ تاریخ الخمیس، ۱/ ۱۹، ۲۰؛ کشف الخفاء، ۱/ ۲۶۵؛ جواہر البحار، ۱/ ۲۲۶، ۲/ ۲۰۷، ۴۰، ۳/ ۳۱، ۴۹۱

۱۴۔ اس حدیث کے متعلق علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: زرقانی وغیرہ نے اس روایت کونقل کیا ہے مگرافسوس ہے کہ اس کی سندنہیں لکھی۔ اس لیے اس روایت کی تنقید نہ ہوسکی۔ اصولی حیثیت سے اس روایت کے تسلیم کرنے میں مجھے پس وپیش ہے۔ دیکھیئے سیرت النبی ﷺ، ۳/ ۴۱۴؛ علامہ سیوطی نے بھی اس حدیث پروضع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھیئے الحاوی للفتاوی، ۱/ ۵۰۰، ۵۰۱، نیز شیخ عبداللہ بن صدیق نے اس حدیث کے موضوع ہونے سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ''مرشد الحائر لبیان وضع حدیث جابر'' ہے۔ اس کا تذکرہ محمد عبدالعزیز خالدی نے جوکہ شرح الزرقانی کے محقق ہیں اس شرح کے حاشیہ میں کیا ہے۔ دیکھیئے شرح الزرقانی، ۱/ ۸۹

۱۵۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۹؛ الشفاء، ۱/ ۱۰۹؛ تاریخ الخمیس، ۱/ ۲۱؛ شرف المصطفیٰ، ۱/ ۳۰۴؛ کشف الخفاء، ۱/ ۲۶۶؛ السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر المأثور، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۴۱۱ھ۔۱۹۹۰ء، ۳/ ۵۲۶؛ الآجری، محمد بن الحسین ابوبکر، الشریعۃ، تحقیق: ولید بن محمد بن نبیہ، موسسۃ قرطبۃ الطباعۃ والنشر والتوزیع ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶ء، ۲/ ۲۵۱ (۱۰۱۷)؛ السیرۃ الحلبیہ، ۱/ ۴۸، ۴۹

۱۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۹؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱/ ۲۴۱ ۱۷۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/ ۴۱۴

۱۸۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۵۲

۱۹۔ الذھبی، محمد بن أحمد، شمس الدین أبوعبداللہ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر لصاحبہا محمد اسماعیل، ۱۳۲۵ھ، ۳۳۵/۷ (۱۰۰۱۴)؛ ابن حجر، أحمد بن علی العسقلانی، أبوالفضل، لسان المیزان، تحقیق: محمد عبدالرحمٰن المرعشی، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، ۱۹۹۶ء، ۴/ ۱۵۷ (۴۸۴۶)؛ العقیلی محمد بن عمرو بن موسی، أبوجعفر، کتاب الضعفاء الکبیر، تحقیق: الدکتور عبدالمعطی أمین قلعجی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء، ۳/ ۳۱۱ (۱۳۲۴)

۲۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۵؛ السیرۃ الحلبیۃ، ۱/ ۹۷

۲۱۔ شرح الزرقانی، ۱/ ۱۶۲ ۲۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۳۳

۲۳۔ ابن قتیبہ، عبداللہ بن مسلم الدینوری، تاویل مختلف الحدیث، تحقیق: محمد عبدالرحیم، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء، ۲۵۵

۲۴۔ عبدالفتاح، أبوغدہ، لمحات من تاریخ السنۃ وعلوم الحدیث، المکتبۃ العلمیۃ لاہور، ۱۴۰۴ھ۔۱۹۸۴ء، ۵۵

۲۵۔ أبونعیم، احمد بن عبداللہ الأصبہانی، دلائل النبوۃ، عالم الکتب بیروت، ب۔ت، ۳۸، ۳۹؛ البیہقی، احمد بن الحسین، ابوبکر، دلائل النبوۃ ومعرفۃ أحوال صاحب الشریعہ، تحقیق: ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۵ھ۔۱۹۸۵ء، ۱/ ۱۰۵، ۱۰۷

۲۶۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الزہری، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱/ ۴۴، ۴۵؛ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، تحقیق: عبدأعلی مھنا، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء، ۲/ ۱۷۴

۲۷۔ سیرت النبی ﷺ، ۳/ ۴۱۵، ۴۱۶

۲۸۔ محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار، قدیمی کتب خانہ، مقابل آرام باغ کراچی، ۱۹۸۶ء، ۲۰۷، ۲۰۸

۲۹۔ سیرت المصطفیٰؐ، ۴۵/۱

۳۰۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۲/۱؛ دلائل النبوۃ (ابونعیم)، ۲۲۱؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۳۴۹/۱؛ سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین، أبوالفضل، الخصائص الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۸۱/۱؛ نہایۃ الارب، ۶۵/۱۶

۳۱۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۱۹/۳ ۳۲۔ میزان الاعتدال، ۱۹۶/۷ (۹۵۷۱)؛ تہذیب التہذیب، ۲۱۵/۱۱

۳۳۔ میزان الاعتدال، ۳۳۵/۷ (۱۰۰۱۴)؛ لسان المیزان، ۱۵۷/۴ (۴۸۴۶)

۳۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۱/۱ ۳۵۔ ایضاً، ۶۵/۱؛ الخصائص الکبریٰ، ۸۰/۱

۳۶۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۱۸/۳ ۳۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۶/۱؛ معارج النبوۃ، ۴۱/۲

۳۸۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۲۱/۳ ۳۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۶/۱

۴۰۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۲۰/۳ ۴۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۷/۱

۴۲۔ ایضاً، ۶۷/۱؛ دلائل النبوۃ (ابونعیم)، ۴۱

۴۳۔ الکامل، ۵۱۵/۷؛ میزان الاعتدال، ۳۴۷/۶ (۸۲۲۸)؛ لسان المیزان، ۵۶۴/۶ (۸۱۵۲)

۴۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۶۴/۱؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۳۵۲/۱

۴۵۔ شرح الزرقانی، ۲۰۷/۱ ۴۶۔ المواہب اللدنیۃ، ۸۱/۱؛ الخصائص الکبریٰ، ۹۱/۱؛ سبل الہدیٰ، ۳۴۹/۱

۴۷۔ تاریخ دمشق، ۲۴۳/۳/۲؛ شرف المصطفیٰ ﷺ، ۱۰۴/۱، ۳۵۸

۴۸۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۲۲/۳

۴۹۔ المواہب اللدنیۃ، ۸۱/۱؛ دلائل النبوۃ (بیہقی)، ۱۳۹، ۱۴۰؛ الخصائص الکبریٰ، ۹۱/۱، ۹۳؛ سبل الہدیٰ، ۳۴۹/۱

۵۰۔ سیرت النبی ﷺ، ۴۲۲/۳، ۴۲۳

۵۱۔ الحج: ۵۲/۲۲؛ ابن عباس کے مطابق ''ألقی الشیطان فی أمنیتہ'' کا معنی ہے کہ ''فی قرأۃ الرسول وحدیث النبی''، دیکھئے تنویر المقباس ۳۵۴

۵۲۔ الطبری، محمد بن جریر، أبوجعفر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، دارالفکر بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء، ۱۸۶/۷۱/۱۰ تا ۱۹۰؛ تفسیر ابن ابی حاتم، ۲۵۰۰/۸ تا ۲۵۰۳؛ الدر المنثور، ۲۶۲/۴ تا ۲۶۴؛ الزمخشری، محمود بن عمر جاراللہ الزمخشری، الخوارزمی أبوالقاسم، الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الأقاویل، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹/۳؛ اسباب النزول، ۱۷۸؛ الواحدی، علی بن أحمد، ابوالحسن النیسابوری، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، تحقیق: شیخ عادل احمد عبدالموجود وعلی محمد معوض، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء، ۲۷۶/۳؛ تاریخ الامم والملوک، ۲۴۷/۲؛ الطبقات الکبریٰ، ۹۸/۱، ۹۹؛ السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ابوالقاسم، الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷ء، ۱۵۴/۲

۵۳۔ جامع البیان، ۱۸۶/۷۱/۱۰؛ الکشاف، ۱۹/۳؛ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، أبوالفضل، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج، تحقیق: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، المکتبۃ التجاریۃ مصطفیٰ أحمد الباز، ۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۶ء، ۳۵۵/۸؛ المواہب اللدنیۃ، ۱۲۸/۱

۵۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۱۲۸/۱

۵۵۔ فتح الباری، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الحج، ۳۵۵/۸، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۹۸۸ء

۵۶۔ ابن عطیہ الاندلسی، عبدالحق بن غالب بن عطیہ، أبومحمد، المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، تحقیق: عبدالسلام عبدالشافی محمد، دارالکتب العلمیۃ

بیروت لبنان،۱۴۲۲ھ۔۲۰۰۱ء،۱۲۹/۴؛ البغوی، حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی، أبومحمد، معالم التنزیل، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء،۲۴۷/۳؛ الکشاف،۱۹/۳؛ النسفی،عبداللہ بن أحمد بن محمود النسفی، مدارک التنزیل وحقائق التأویل، تحقیق: شیخ زکریا عمیرات، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی،۱۲۰/۲؛ نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین القمی النیسابوری، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶ء

۵۷۔ مدارک التنزیل،۱۲۰/۲؛ غرائب القرآن،۹۱/۵،۹۱/۵

۵۸۔ أحکام القرآن (ابن العربی)،۳۰۶/۳،۳۰۷؛ معالم التنزیل،۲۴۷/۳؛ مدارک التنزیل،۱۲۰/۲؛ البیضاوی،عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی، ناصر الدین، أبوسعید، أنوار التنزیل وأسرار التأویل، دار الجیل بیروت، ب۔ت،۴۴۷/۱؛ ابوالسعود، محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی الحنفی، ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء،۳۹۰/۴

۵۹۔ فصلت : ۴۲/۴۱

۶۰۔ الحجر : ۹/۱۵ ۶۱۔ الحجر : ۴۲/۱۵ ۶۲۔ مدارک التنزیل،۱۲۱/۲

۶۳۔ جامع البیان،۱۹۰/۱۷/۱۰؛ تاریخ الامم والملوک،۲۴۷/۲؛ أحکام القرآن،۳۰۶/۳،۳۰۷

۶۴۔ المواہب اللدنیۃ،۱۳۲/۱

۶۵۔ ابن ابی حاتم،عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: أسعد محمد الطیب، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز مکۃ المکرمۃ، الریاض،۱۴۱۷ھ۔۱۹۹۷ء،۲۵۳/۳؛ أحکام القرآن (ابن العربی)،۳۰۲/۳ تا ۳۰۵؛ الشوکانی محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر، دار احیاء التراث العربی،۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۸ء،۴۹۴/۳،۴۹۵؛ الرازی، محمد الرازی فخر الدین ابن العلامۃ ضیاء الدین عمر، مفاتیح الغیب، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۵ء،۵۱/۱۲؛ روح المعانی،۲۵۶/۱۰؛ الشفاء،۷۵۰/۲؛ اللباب فی علوم الکتاب،۱۱۸/۱۴؛ اضواء البیان،۲۸۸/۵؛ فتح البیان،۶۹/۲؛ ارشاد العقل السلیم،۳۹۰/۴؛ التفسیر الوسیط،۱۶۵۷/۲؛ ابن الجوزی،عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، جمال الدین أبوالفرج، زاد المسیر فی علم التفسیر، تحقیق: أحمد شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء،۳۲۲/۵؛ ابوحیان، محمد بن یوسف الاندلسی، البحر المحیط فی التفسیر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع،۱۴۱۲ھ۔۱۹۹۲ء، ۵۲۶/۷؛ الخطیب الشربینی، محمد بن أحمد، المصری، السراج المنیر فی الاعانۃ علی معرفۃ بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر، تحقیق: ابراھیم شمس الدین، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان،۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴ء،۶۲۰/۲؛ اعلام النبوۃ،۷۰

۶۶۔ تفسیر القرآن العظیم،۲۵۳/۳

۶۷۔ الشفاء،۷۵۰/۲ ۶۸۔ الحجر: ۴۲/۱۵

۶۹۔ النجم:۳/۵۳ ۷۰۔ فصلت : ۴۲/۴۱

۷۱۔ الأعلیٰ: ۶/۸۷ ۷۲۔ یونس : ۱۵/۱۰

۷۳۔ مفاتیح الغیب،۵۱/۱۲ ۷۴۔ مفاتیح الغیب،۵۱/۱۲

۷۵۔ التفسیر الوسیط،۱۶۵۷/۲ ۷۶۔ ظفر الأمانی،۴۷۹

۷۷۔ معارف القرآن،۲۷۷/۶

۷۸۔ مولانا مودودی کے مطابق واقعہ غرانیق ۵ نبوی میں ہوا جبکہ عتاب والی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر۷۳، ۱۱ نبوی میں اور سورۃ حج کی

آیت نمبر ۱۵۲ ہجری میں نازل ہوئی ہیں۔ کیا کوئی صاحبِ عقل شخص باور کر سکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو اور عتاب چھ سال بعد اور آمیزش کی تنسیخ کا اعلان ۹ سال بعد ہو۔ دیکھئے تفہیم القرآن، ۳/ ۲۴۲

۷۹۔ مودودی، ابوالاعلی سید، تفہیم القرآن، ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، ۱۴۲۶ھ۔ 2005ء، ۳/ ۲۴۳، ۲۴۴

۸۰۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی ماں کے لیے استغفار طلب کروں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، ۳۹۲ (۲۲۵۸۔ ۲۲۵۹)؛ ایک اور روایت میں ہے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! آگ میں۔ پس جب وہ لوٹنے لگا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا بیشک میرا باپ اور تمھارا باپ آگ میں ہیں۔ دیکھئے صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار، ۱۰۷ (۵۰۰)

۸۱۔ المقاصد الحسنۃ، ۴۵ ۸۲۔ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۹۵

۸۳۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن اُبی بکر، جلال الدین، اللآلی ءالمصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء، ۱/ ۲۶۶؛ تنزیہ الشریعۃ، ۱/ ۳۲۲

۸۴۔ ناسخ الحدیث ومنسوخہ، کتاب جامع، باب فی زیارۃ النبی ﷺ قبر امہ، ۶۴۶

۸۵۔ کتاب الموضوعات، ۱/ ۲۱۸ ۸۶۔ میزان الاعتدال، ۴/ ۴۳۷؛ لسان المیزان، ۴/ ۵۱۲ (۵۴۱۶)

۸۷۔ ملاعلی قاری، نورالدین علی بن محمد بن سلطان، الاسرار المرفوعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ، تحقیق: محمد الصباغ، دارالامانۃ، مؤسسۃ الرسالہ بیروت لبنان ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء، ۸۳ ۸۸۔ الفوائد المجموعۃ، ۳۲۲

۸۹۔ کتاب الاباطیل، ۱/ ۲۲۴ ۹۰۔ ایضاً، ۱/ ۲۲۳

۹۱۔ اللآلی ءالمصنوعۃ، ۱/ ۲۶۶؛ السیوطی عبدالرحمٰن بن ابوبکر، جلال الدین، مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ ﷺ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند بحروسۃ حیدر آباد دکن، ۱۳۳۴ھ، ۵۷

۹۲۔ السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین، الدرج المنیفۃ فی الآباء الشریفۃ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند بحروسۃ حیدر آباد دکن ۱۳۳۴ھ، ۷ ۹۳۔ مسالک الحنفاء، ۵۳

۹۴۔ کشف الخفاء، ۱/ ۶۱ ۹۵۔ الروض الانف، ۱/ ۲۹۹

۹۶۔ السیرۃ النبویۃ (ابن کثیر)، ۱/ ۲۳۹ ۹۷۔ کشف الخفاء، ۱/ ۶۱؛ المواہب اللدنیۃ، ۱/ ۹۰

۹۸۔ ظفر الامانی، ۴۵۸